⊙ عفیفہ محمود

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی لاہور

⊙⊙ ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی

پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی لاہور

پاکستانی اردو ناول میں سلطان محمد فاتح کے کردار کا تجزیہ

Abstract:

The significance of historical figures in history has been debated. Many consider their role crucial while others consider they have little impact in human progress and in altering the course of history. The presentation of historical figures in fiction is a difficult job where facts and fancy are combined. Among the historical figures Sultan Muhammad Fatih was one of the greatest figures in history. He conquered Constantinople and brought an end to the Byzantine Empire. This great historical figure has been presented by Pakistani Urdu novelists in their novels. They took care to be accurate when describing what they knew about this historical figure and his action. They tried not to deviate from the history and less relied on their imagination while presenting him in the novel. The present article discusses the accuracy of historical facts cited by Pakistani Urdu novelists while presenting this great historical figure in their novel.

Keywords:

Sultan Fatih Constantinople History Novel Fiction Byzantine

تاریخی شخصیات ہمیشہ ہی فلسفہ تاریخ کا موضوع بن رہی ہیں۔اس حوالے سے مفکرین میں متضاد آرا پائی جاتی ہیں۔مفکرین کا ایک طبقہ تاریخی عمل کو تاریخی شخصیات کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ان کے نزدیک تاریخ میں جو

کچھ بھی رونما ہو رہا ہے وہ ان ہستیوں کے فکر و عمل کا نتیجہ ہے۔ تاریخ ان کی سوانح عمری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مفکرین کا دوسرا طبقہ تاریخ میں ان کی اہمیت کو یکسر مسترد کرتا ہے اور تاریخی عمل کے بہاؤ میں ان کو محض آلہ کار کے طور پر دیکھتا ہے۔ تاریخی کرداروں پر یہ نا ختم ہونے والی بحث جاری رہے گی لیکن یہ شخصیات تاریخ کے صفحات پر اپنی غیر معمولی فکری و عملی صلاحیتوں کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ تاریخ کے ان غیر معمولی کرداروں کو ناول کے کینوس پر دکھانا ایک مشکل کام ہے کیونکہ ناول نگار ان افراد کی پیش کش میں تخیل کے برعکس حقائق و واقعات پر زیادہ انحصار کرتا ہے۔ مغربی نقاد جارج لوکاس (George Lukas) نے اپنی تصنیف The Historical Novel میں تاریخی افراد کی ناول میں پیش کش کے حوالے سے اہم نظریات پیش کیے ہیں۔

اردو ادب میں تاریخی افراد اور ان کی پیش کش کا جہاں تک تعلق ہے تو قیام پاکستان سے قبل عبدالحلیم شرر نے ایک منظّم اور شعوری کاوش کے تحت تاریخ اسلام کے اہم ادوار اور ان سے وابستہ تاریخی کرداروں کو ناول کا موضوع بنایا۔ شرر کا دور ہندوستان کی تاریخ کا نہایت ہنگامہ خیز دور تھا۔ اس عہد میں تاریخ کی بازیافت کی بڑی ضرورت تھی۔ سرسید اس عہد کے پہلے مفکر تھے جنہوں نے نئے عہد کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے علمی اور سیاسی اصلاحات کی ضرورت کو محسوس کیا۔ حالؔی کی 'مسدس' بھی مسلمانانِ ہند کی عظیم تاریخ کی بازیافت کی کوشش تھی۔ شبلی نعمانی کا تاریخ لکھنے کا مقصد بھی ملت اسلامیہ کے احیاء کی کوشش اور ان کے اندر فکر و عمل کی قوت کو بیدار کرنا تھا۔ اسی ضرورت کو شرر نے بھی محسوس کیا۔ ان کے ناولوں کا بنیادی مقصد برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کا احیاء تھا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے شرر نے اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار کی شخصیات کے فکر و عمل کو موضوع بناتے ہوئے مسلمانانِ ہند کو صحیح تاریخی شعور کے ساتھ ساتھ عہد رفتہ کی داستان سنا کر ولولہ انگیزی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ عبدالحلیم شرر نے تاریخی ناول لکھنے کی جس تحریک کا آغاز کیا اسے راشد الخیری، صادق حسین صدیقی اور محمد علی طبیب نے آگے بڑھاتے ہوئے تاریخ اسلام کے اہم واقعات کو اسلامی تاریخ کی اہم شخصیات کے تناظر میں دکھایا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستانی ناول نگاروں کا ایسا طبقہ ابھرا جنہوں نے عبدالحلیم شرر کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے نئی نسل میں تاریخ فہمی اور تاریخی شعور پیدا کرنے کی کوشش کی اور اسلامی تاریخ کے اہم ادوار سے وابستہ شخصیات کو ناول کا مرکز بناتے ہوئے کہانی کا تانا بانا بنا۔

اسلامی تاریخ کے ادوار میں قسطنطنیہ کی فتح تاریخ اسلام کا ایک سنہری دور ہے۔ عیسائی اسے سقوط قسطنطنیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس قسطنطنیہ کی فتح کا سہرا سلطان محمد فاتح سلطنت عثمانیہ کے عظیم فرمانروا کے سر جاتا ہے جن کا نام تاریخ اسلام کے عظیم جرنیلوں میں نمایاں رہے گا۔ انہوں نے اپنی غیر معمولی فہم و فراست سے ترکی بحری بیڑے کو خشکی پر سے گزار کر آبنائے باسفورس میں لا ڈالا اور اس عظیم اور محیر العقول کارنامے سے دنیا کو نہ صرف محو حیرت کر دیا بلکہ قسطنطنیہ کو ملت اسلامیہ کا حصہ بنا دیا۔ انہوں نے حضرت محمدؐ کی اس پیشین گوئی کو پورا کیا کہ ایک روز مسلمانوں کا قسطنطنیہ پر قبضہ ہوگا۔ ایم سلم کا کہنا ہے:

> ''تاریخ عثمانیہ، صحابہ اکرام کے مقدس خون نے جس چمن زار امید کی آبیاری کی تھی اس کے پھولوں کا تاج، کے اسی فیروز بخت (سلطان محمد ثانی) کے لیے تیار ہو رہا تھا۔''(۱)

تاریخ اسلام کے اس اہم کردار نے نہ صرف مورخین کی توجہ حاصل کی بلکہ تخلیقی اذہان کو بھی اپنی طرف مائل کیا۔ پاکستانی ناول نگاروں میں ایم اسلم نے سب سے پہلے فاتح قسطنطنیہ کے عنوان سے ناول تحریر کرتے ہوئے سلطان محمد فاتح کی محیر العقول عسکری صلاحیتوں اوران صلاحیتوں کے نتیجے میں فتح قسطنطنیہ کے احوال کو موضوع بنایا۔ناول میں ایم اسلم نے عیسائی راہبوں اورراہبات کے طرز حیات کی تصویر کشی کی اوررومان پرور واقعات یوسف نامی ہیرو اوررافیل نامی شہزادی کے درمیان رقم کیے جو ناول کے بیشتر حصے کا احاطہ کرتے ہیں جبکہ سلطان محمد فاتح کے حوالے سے جو واقعات رقم ہوئے ہیں ان کا ذکر ناول میں مختصر حصے پر مشتمل ہے۔زمانی اعتبار سے یہ ناول ۲۶ ر رجب ۸۴۸ھ بمطابق ۱۰ر نومبر ۱۴۴۴ء تا ۱۴۵۳ء کے واقعات کا احاطہ کرتا ہے۔اگرچہ پس منظر میں کہیں ۱۴۴۴ء سے پہلے کے واقعات بھی مذکور ہیں۔ تاریخ کی اس عظیم المرتبت شخصیت کو ناول کے پلاٹ پر دکھانا ایک مشکل کام ہے مگر ایم اسلم نے اس عظیم شخصیت کو ناول میں دکھانے کے لیے تاریخی صداقتوں سے یکسر انحراف نہیں کیا۔ناول نگار یقیناً مورخ نہیں ہوتا ہے، وہ تاریخی کرداروں سے وابستہ حقائق و واقعات کو حسب منشا پلاٹ کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر تبدیل کرسکتا ہے لیکن ایم اسلم نے سلطان محمد فاتح کے حوالے سے رقم کیے گے واقعات میں تاریخی صداقتوں کا خیال رکھا، اور ذاتی خیال آرائی سے اجتناب کرتے ہوئے اس عظیم شخصیت کو اُس کے اصلی روپ میں دکھانے کی کوشش کی۔سلطان محمد فاتح کے مقابل قیصر قسطنطین کا تاریخی کردار ہے جس کے حوالے سے ناول میں ڈرامائی تاثر دینے کے لیے فرضی اور تخیلاتی واقعہ منسلک کیا گیا وروہ یہ کہ قیصر شاہی لباس پہن کر ایا صوفیہ کے گرجا گھر جاتا ہے اور جہاں فتح قسطنطنیہ سے قبل سرخ روشنی آسمان کی طرف اُٹھ رہی تھی۔قیصر قسطنطین یہ منظر دیکھ کر باقی لوگوں کی طرح، جو وہاں موجود ہوتے ہیں، خوف زدہ ہو جاتا ہے۔اس واقعہ کی کتب تواریخ سے تصدیق نہیں ہوتی ہے تاہم ناول کے کینوس پر قیصر قسطنطین کے حوالے سے مذکور اس واقعہ نے ناول میں فتح قسطنطنیہ کے واقعہ کی اثر آفرینی کو بڑھا دیا اور ساتھ ہی قیصر کی اور اس عہد میں موجود راہبوں اور راہبات کی نفسیاتی کیفیات کو موثر اجاگر کیا ہے۔پاکستانی ناول نگاروں میں ادریس آزاد نے بھی سلطان محمد فاتح کے عنوان سے فاتح قسطنطنیہ کی غیر معمولی عسکری صلاحیتوں کو موضوع بنایا۔ان کا کہنا ہے:

> ''قسطنطین دوازدہم اور سلطان محمد فاتح کے درمیان ہونے والی یہ جنگ تحیر کن واقعات پر مبنی ہے۔خصوصاً جب سلطان نے جب اپنی بحریہ کو خشکی پر جہاز چلانے کا حکم دیا اور دس میل کا دشوار گزار پہاڑی راستہ عثمانی بحری بیڑے نے پتھریلی چٹانوں پر گھسٹ کر طے کیا۔
>
> یہ عظیم اور لازوال معرکہ فی الحقیقت تاریخ کا ایک مہتم الشان واقعہ ہے جسے میں نے اس مکمل ناول میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔مغربی مورخین قسطنطنیہ کی فتح کو قرون وسطیٰ اور دور حاضر کے درمیان حد فاصل قرار دیتے ہیں۔اور یہ بھی حقیقت......قدیم بازنطینی سلطنت کے پایہ تخت اور پوری عیسائی دنیا کے روحانی مرکز کی تسخیر جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے اہل مغرب کی آخری شکست اور مسلمانوں کی آخری فتح تھی۔
>
> جب رومی بادشاہ 'قسطنطین' نے تیسری صدی عیسوی میں عیسائی مذہب قبول کر کے اس شہر کو اپنا

پایہ تخت بنایا تھا اس وقت اس کا نام 'قسطنطین' ہو گیا۔
حضورؐ نے اس شہر پر جہاد کرنے والوں کو مغفرت کی بشارت عطا فرمائی تھی۔قسطنطنیہ کے بادشاہ کو قیصر روم کہا جاتا تھا۔سلطان محمد فاتح کے زمانے میں قسطنطین کا نام بارھواں 'قیصر' حکمران تھا۔ آخری قیصر قسطنطین معرکہ میں ہلاک ہوا اور قسطنطنیہ ہمیشہ کے لیے.....'اسلامبول' یا 'استنبول' بن گیا۔یوں رسالت مآبؐ کی ایک اور پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی کہ: ترجمہ: ''جب قیصر ہلاک ہو گیا تو پھر کوئی قیصر نہیں آئے گا۔''
میں نے اس ناول کی تاریخ کو افسانہ بنا کر پیش کرنے سے حتی الامکان پرہیز کیا ہے۔اور نہ میں نے اس افسانہ کو تاریخ بنانے کی کوشش کی ہے۔میری خواہش تھی کہ ناول کی زیادہ تر کہانی حقیقی تاریخی کرداروں پر مشتمل ہو۔''(۲)

ادریس آزاد کا ناول سلطان محمد فاتح دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اول 'درویش بادشاہ' کے عنوان سے ہے۔اس حصے میں سلطان مراد خان ثانی کی شخصیت، عسکری اور انتظامی صلاحیتوں اور فتوحات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ حصہ دوئم 'فتح قسطنطنیہ' کے عنوان سے تحریر کیا گیا ہے۔اس حصے میں سلطان محمد فاتح کی قیادت میں قسطنطنیہ کی فتح کا احوال قلم بند کیا گیا ہے اور اہم تاریخی کردار سلطان محمد فاتح اور قیصر قسطنطین کے ہیں جن کو ناول نگار نے حتی المقدور تاریخی تناظر میں دکھانے کی کوشش کی ہے۔تاریخی حقائق کے ساتھ ساتھ سلطان محمد فاتح کے حوالے سے تخیلاتی واقعات بھی ناول کے کینوس پر نظر آتے ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ تخیلاتی اور تاریخی واقعات کا آہنگ اس طرح ہے کہ داستان سرائی بھی تاریخ کا حصہ لگتی ہے۔اگرچہ تاریخی کرداروں کے حوالے سے داستان سرائی کا حصہ زیادہ طویل نہیں ہے۔ناول کے باب 'اوراق گذشتہ' میں آل عثمان کی مختصر تاریخ رقم کی گئی ہے اور ناول کے باب 'سلطان خان' میں سلطان محمد خان فاتح کا تعارف یوں کرایا ہے:

''۵/محرم الحرام ۸۵۵ھ بمطابق ۹/فروری ۱۴۵۱ء کو سلطان مراد خان ثانی نے ادرنہ میں وفات پائی.....سلطان مراد خان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شہزادہ محمد ایشیائے کوچک کی ریاست 'ایدین' میں تھا۔اب شہزادہ محمد کی عمر اکیس سال اور چند ماہ تھی۔اس سے پہلے وہ دو مرتبہ باپ کی زندگی میں تخت نشین ہو چکا تھا۔جب اُسے مراد خان کی وفات کی خبر ملی تو وہ فوراً ایک عربی گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگانے سے پہلے یہ کہا:
''جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں، وہ میرے ساتھ آئیں۔''
وہ دردانیال کو عبور کر کے ادرنہ پہنچا۔جہاں تخت نشینی کے مراسم ادا کیے گئے۔اب وہ شہزادہ محمد خان نہیں تھا۔بلکہ سلطان محمد خان بن چکا تھا۔''(۳)

ادریس آزاد کے سلطان محمد فاتح کے حوالے سے اس بیان کی تصدیق کتب تواریخ سے ہوتی ہے۔اکبر شاہ نجیب آبادی کا کہنا ہے کہ سلطان محمد فاتح کی عمر اس وقت اکیس سال چند ماہ تھی جس وقت سلطان مراد خان ثانی کی وفات ہوئی۔ سلطان محمد خان پندرہ سال کی عمر میں دو مرتبہ اپنے باپ کی زندگی میں تخت نشین ہو چکے تھے۔مراد خان ثانی کی وفات کے

بعد اراکین سلطنت نے سلطان محمد خان جو اس وقت ایشیائے کوچک میں مقیم تھے، کو سلطان مراد خان کی وفات کی خبر بھیجی۔ سلطان محمد خان بغیر توقف کے ایشیائے کوچک سے روانہ ہوئے اور دردانیال کو عبور کر کے ایڈریانوپل پہنچے جہاں ان کی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی (۴)۔ تاریخ دولت عثمانیہ میں مذکور ہے کہ سلطان محمد فاتح ۸۵۵ھ بمطابق ۱۴۵۱ء کو سلطان مراد خان ثانی کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے اور تخت نشینی کے وقت انہوں نے ینی چری کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ان میں انعامات تقسیم کیے تاکہ ینی چری میں اس کی اہمیت اور قدر و منزلت کا احساس اجاگر ہو سے (۵)۔

اس ناول میں ادریس آزاد سلطان محمد خان فاتح کے حوالے سے رقم کرتے ہیں کہ نامساعد حالات کی وجہ سے سلطان مراد خان ثانی نے سلطان محمد فاتح کو دوبار تخت سے الگ کیا تھا۔ پہلی مرتبہ ہونیاڈے اور لارڈ سلاس کی معاہدہ شکنی کی بنا پر اور دوسری مرتبہ 'ینی چری' کی بغاوت کی وجہ سے۔ ان دونوں وجوہات کی بنا پر سلطان مراد خان ثانی کو دوبارہ سلطنت کے امور کو سنبھالنا پڑا تھا۔ دوسری طرف عوام الناس میں یہ تاثر پیدا ہوا کہ سلطان محمد خان سلطنت کے امور کو سنبھالنے کے قابل نہیں ہیں۔ اب جبکہ سلطان محمد خان ثانی کی وفات کے بعد اکیس سال کی عمر میں تیسری مرتبہ تخت نشین ہوا تو اسے ثابت کرنا تھا کہ اب وہ پندہ سال کا ناتجربہ کار شہزادہ نہیں رہا ہے۔ ادریس آزاد کے اس بیان کی تصدیق تاریخ دولت عثمانیہ اور دیگر کتب تواریخ سے ہوتی ہے۔ دولت عثمانیہ سے اقتباس دیکھیے:

> ''دو بار کے تجربہ سے مراد کو اندازہ ہو گیا تھا کہ محمد میں ابھی سلطنت کے سنبھالنے کی کافی قابلیت پیدا نہیں ہوئی، چنانچہ اس نے پھر تخت چھوڑنے کا قصد نہیں کیا، بلکہ بقیہ زندگی امور سلطنت کے انجام دینے میں گزار دی۔ بادشاہوں کے تخت سے دستبردار ہو جانے کی متعدد مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔ ان میں سے بعض کا حالات سے مجبور ہو کر دوبارہ عنان حکومت کو ہاتھ میں لینا بھی ثابت ہے، لیکن دوسری بار تخت چھوڑ کر پھر سلطنت کی ذمہ داری کو اپنے سر لینا ایک ایسا واقعہ ہے جو صرف مراد ثانی کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کی کوئی نظیر تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی۔'' (۶)

ادریس آزاد نے سلطان محمد فاتح کی تاجپوشی کی رسم کے وقت اس کے آٹھ ماہ کے سوتیلے بھائی کے قتل کا واقعہ بھی درج کیا جس کو 'ینی چری' کے پہ سالار نے قتل کیا تھا۔ کتب تواریخ میں اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے اور اکبر شاہ نجیب آبادی نے 'تاریخ اسلام' میں اس واقعہ کو نہایت تنقیدی انداز میں تفصیل سے رقم کیا ہے۔ تاہم ادریس آزاد نے اس تاریخی واقعہ کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا ہے۔ لیکن تایخ میں افسانوی رنگ اس وقت شامل ہوتا ہے جب ینگ چری فوج کے سالار کو سلطان محمد خان ثانی کے حکم پر قاسم بن ہشام جو کہ فرضی کردار ہے تفتیش کے لیے لے جاتا ہے۔ تفتیش کے دوران معلوم ہوتا ہے کہ وہ سالار قیصر قسطنطین کا جاسوس تھا، بعد ازاں سلطان محمد یہ حقیقت جان کر اس کے قتل کے احکامات صادر کرتے ہیں۔ اس واقعہ کی تصدیق کتب تواریخ سے نہیں ہوتی ہے۔ ناول نگار کا بیان صرف یہاں تک صحیح ہے کہ سلطان محمد فاتح نے اپنے آٹھ ماہ کے بھائی کے قاتل کو قتل کی سزا دی، اور یہ قاتل ینگ چری کا سالار تھا۔ اس نے یہ کام قیصر کے حکم پر نہیں کیا تھا۔ ناول نگار نے تاریخی واقعہ میں اثر آفرینی پیدا کرنے کے لیے اس واقعہ کا تال میل قیصر قسطنطین سے جوڑ دیا ہے۔ تاریخ اور افسانہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ افسانہ سرائی سے ناول نگار پھر تاریخ کی طرف آتے ہیں اور ناول کے مذکورہ باب

'سلطان محمد خان' میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمد خان کی تخت نشینی سے تین سال قبل بازنطینی سلطنت کا آخری فرمانروا بارھواں قسطنطین ،قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھ گیا تھا۔اس نے سلطان محمد خان کی تخت نشینی کے بعد اپنا قاصد بھیجا اس پیغام کے ساتھ کہ 'شہزادہ ارخان' کے لیے جو رقم سلطانی خزانہ سے آتی ہے اس میں اضافہ کیا جائے ورنہ اس شہزادے کو تمھارے خلاف کھڑا کر دیں گے۔دوسری طرف سلطان محمد خان نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اور قیصر کے ایلچیوں کے چلے جانے کے بعد اپنے وزراء،امراء،سالاروں اور عمائدین سلطنت سے مشاورت کے لیے اجلاس طلب کیا۔مجلس مشاورت میں طے پایا جاتا ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ سے قبل سلطان محمد خان امیر کرمانیا سے صلح کر کے اس کی بیٹی سے عقد کر لیں اور شاہ ہنگری ہونیاڈے سے تین سال کے لیے صلح کر لیں تاکہ قسطنطنیہ پر حملہ آسان ہو سکے۔اس کے ساتھ ہی مجلس مشاورت میں یہ بھی طے پایا گیا کہ سلطان محمد خان 'موریا' کی طرف سے بھی لاحق خطرات کا سد باب کریں۔

سلطان محمد خان کے قسطنطنیہ پر حملہ سے قبل قیصر قسطنطین کا سلطان کے پاس ایلچی بھیجنا اور اُرخان کے اخراجات میں اضافہ کا مطالبہ کرنا،مطالبہ پورا نہ ہونے پر سلطان کو دھمکی دینا اور سلطان کا اس کی مطلق پرواہ نہ کرنا بلکہ قیصر کے ایلچیوں کو نامراد واپس بھیج دینا اور دل میں قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا ارادہ کرنا،اُس وقت قیصر کے ایلچیوں کو کوئی جواب نہ دینا اور ان کے جانے کے بعد قسطنطنیہ پر قابض ہونے کی تدابیر کرنا اور اس حوالے سے مجلس مشاورت طلب کرنا،یہ سب واقعات بغیر داستان سرائی کے سلطان محمد خان کے حوالے سے رقم ہوئے ہیں۔

سلطان محمد خان کی قسطنطنیہ کی فتح کے حوالے سے عسکری تدابیر کو ادریس آزاد نے حتی المقدور تاریخی حقائق و واقعات کو سامنے رکھ کر دکھایا ہے تاکہ سلطان محمد کی ارادوں کی پختگی ،عسکری قابلیتیں اور انتظامی تدابیر کی صحیح تصویر کشی ناول کے کینوس پر ممکن ہو سکے۔آبنائے باسفورس کے یورپی ساحل پر سلطان محمد فاتح کے تعمیر کے گئے قلعہ اور ان کی عظیم الشان توپ کی تاریخی اہمیت مسلّم ہے اور مورخین سلطان محمد کی اس فکری صلاحیت کے معترف ہیں۔

سلطان محمد خان کے حوالے سے واقعات اس وقت افسانوی شکل اختیار کرتے ہیں جب فرضی کردار قاسم بن ہشام اور سلطان محمد کا آپس میں مکالمہ ہوتا ہے اور سلطان محمد کسی اہم کام کے لیے قاسم بن ہشام کو مامور کرتے ہیں۔چنانچہ ناول کے باب 'سنہری سینگ' میں بھی سلطان محمد خان،قاسم بن ہشام کو قسطنطنیہ کے خفیہ راز اور اہم عسکری معلومات حاصل کرنے کے لیے اس عظیم الشان شہر کی طرف روانہ کرتے ہیں۔قاسم بن ہشام،سلطان محمد کا جاسوس بن کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوتا ہے اور مچھیروں کی بستی میں رہ کر قسطنطنیہ کے سیاسی اور عسکری حالات کا جائزہ لیتا ہے۔یہ حصہ تاریخ پر مبنی نہیں ہے بلکہ ناول نگار نے قصے کی رنگینی کے لیے اور پلاٹ کی تعمیر کے لیے وضع کیا ہے۔تاہم یہ بات عین ممکن ہو سکتی ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ سے قبل سلطان محمد نے اپنے جاسوس قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیے ہوں تاکہ قسطنطنیہ کی سیاسی اور عسکری صورت حال کا صحیح اندازہ ہو سکے۔لیکن ناول میں قاسم بن ہشام کا ڈرامائی انداز میں قسطنطنیہ میں سلطان محمد کی جاسوسی کے فرائض انجام دینا تاریخ سے نہیں بلکہ فکشن کا حصہ ہے ۔سلطان محمد خان فاتح کے مقابل دوسرا اہم تاریخی کردار قیصر قسطنطین کا ہے۔اس کردار کی تکمیل میں بھی ناول نگار نے تاریخی حقائق کا خیال رکھا ہے۔

ناول میں قسطنطین کا عیسائی فرقوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرنا اور قسطنطنیہ کے شہروں کا قیصر کی پکار پر

دفاعی اخراجات کے لیے چندہ دینا اور ساتھ ہی مذہبی اختلاف ختم کرنے کے لیے قیصر قسطنطین کو رومی کلیسا کے 'پوپ جان نکلسن پنجم' کو خصوصی اہمیت دینے کے حوالے سے واقعات میں تاریخی صداقت موجود ہے۔ اکبر شاہ نجیب آبادی قیصر قسطنطین کے اس قدام کو اس کی روشن خیالی اور دور اندیشی قرار دیتے ہیں جس نے عیسائیوں کے دو بڑے فرقوں میں اتحاد او راتفاق پیدا کر دیا۔ تاہم ناول کے کینوس پر قیصر کی تقاریر، جنگ سے قبل تفکرات اور اندیشے اور قیصر کا جنگ سے قبل خواب دیکھنا جس کی بھیانک تعبیر سسٹر میری کرتی ہیں۔ ان تمام واقعات کا تاریخ سے تعلق نہیں ہے۔ تاہم ناول کی کہانی کو آگے لے کر چلنے میں ان واقعات کا اہم کردار ہے۔ قیصر قسطنطین کا خواب ناول کے پلاٹ پر بنیادی اہمیت رکھتا ہے جس کی تاریخی اہمیت مسلّم نہیں ہے تاہم یہ خواب ناول کے کینوس پر قیصر کے تفکرات، ناول کے پلاٹ پر پیش آنے والے تاریخی واقعات اور جنگ کے نتائج پر روشنی ڈالتا ہے۔

ناول کے آخری باب 'فاتح کی یلغار' میں سلطان محمد فاتح کی قسطنطنیہ کی فتح کے واقعات کا احوال قلم بند کیا ہے۔ ان واقعات میں سلطان محمد فاتح کے امیر البحر 'بلوط اغلن' کا جنگی جہاز ون کو بحیرہ ماموراسے آبنائے باسفورس میں داخل ہو کر قسطنطنیہ کے قریب لنگر انداز ہونا، سلطان کا سینٹ رومانس کے دروازے کے عین سامنے اپنا شاہی خیمہ نصب کرنا، سلطان محمد خان فاتح اور عیسائیوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہونا، سلطان کو اپنی بحری قوت کی کمزوری کا شدید احساس ہونا، اس کمزوری کو طاقت میں بدلنے کے لیے سلطان کا خشکی پر اپنی اسی بحری جہاز کو چلا کر انہیں آبنائے باسفورس کے دوسرے کنارے پر گولڈن ہارن میں اتار دینا، قسطنطنیہ کی وہ مضبوط دیواریں جو ایک ہزار سال سے دشمنوں کا مقابلہ کر رہی تھیں عثمانی توپوں کی مسلسل گولہ باری سے ان میں شگاف پڑنا اور فصیل شہر کا وہ حصہ جو سلطان کے سامنے تھا، سلطان کے پیرومرشد کی دعا سے خود بخود گر جانا' سلطان کا قیصر قسطنطین کو امن و صلح کا پیغام بھیجنا جس کو قیصر رد کر دیتا ہے، فصیل شہر کے گرنے پر سلطان محمد فاتح کا شہر میں داخل ہونا، سینٹ صوفیاء میں ظہر کی نماز ادا کرنا اور شہر والوں کو امن دینا، یہ تمام واقعات سلطان محمد فاتح کے حوالے سے تاریخی صداقتوں پر مبنی ہیں جن کو ناول نگار نے ناول کے آخری باب میں بغیر کسی داستان سرائی کے رقم کیا ہے۔ ناول میں قیصر قسطنطین کا بہادری سے لڑتے ہوئے مرنے کا واقعہ بھی تاریخی صداقت پر مبنی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ادریس آزاد نے ناول 'سلطان محمد فاتح' میں سلطان محمد فاتح اور قیصر قسطنطین کے تاریخی کرداروں کی تصویر کشی اور ان کے حوالے سے منسلک واقعات میں حتی المقدور تاریخی حقائق و واقعات کا خیال رکھا ہے۔ انہوں نے تاریخ کو افسانہ بنا کر پیش کرنے میں حتی الامکان اجتناب کیا۔ درحقیقت ناول نگار کا بنیادی مقصد حقائق و واقعات کے تناظر میں سلطان محمد فاتح کے اس محیر العقول فکری و عملی صلاحیتوں کو دکھانا جو انہیں دنیا کے سلاطین میں انہیں انفرادی مقام عطا کرتی ہیں۔ ان صلاحیتوں کو دکھانے میں ناول نگار کامیاب رہے ہیں۔ ادریس آزاد نے قیصر قسطنطین اور سلطان محمد فاتح کے حوالے سے کسی قسم کے رومان پرور واقعات منسلک نہیں کیے ہیں بلکہ جیسی تصویر ان کرداروں کی تاریخ کے اوراق میں اُبھرتی ہے اس کو اسی تناظر میں دکھایا ہے۔

فتح قسطنطنیہ کے حوالے سے اسلم راہی نے سلطان محمد فاتح کے حوالے سے انہی واقعات کو بیان کیا ہے جن کی تاریخی اہمیت مسلّم ہے۔ ناول کے دیگر تاریخی کرداروں کے متوازی سلطان محمد فاتح کا کردار مرکزی اہمیت کا حامل ہے

کیونکہ انہی کی غیر معمولی عسکری صلاحیتوں کو دکھانا ناول نگار کا مقصد تھا۔قسطنطنیہ کی فتح سلطان محمد کی فتوحات میں نمایاں مقام رکھتی ہے اور تاریخ کا ہمیشہ درخشندہ باب رہے گا۔اسلم راہی نے بھی سلطان محمد فاتح کی قسطنطنیہ کی فتح کے احوال میں تاریخی حقائق سے یکسر انحراف نہیں کیا اور سلطان محمد فاتح کی عظمت کو دکھانے کے لیے انہوں نے صرف قسطنطنیہ کی فتح تک ناول کے پلاٹ کو محدود نہ رکھا بلکہ ناول کے کینوس پر فرداً فرداً ان کی قسطنطنیہ کے بعد دیگر فتوحات کا مختصر احوال قلم بند کیا ہے۔یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پاکستانی ناول نگاروں نے سلطان محمد فاتح کے کردار کی تعمیر و تشکیل میں داستان سرائی کے برعکس حتی المقدور تاریخی حقائق کو مدنظر رکھا اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ایم اسلم، فاتح قسطنطنیہ، (لاہور: دارالبلاغ، س ن)، ص ۳۷۹

۲۔ ادریس آزاد، سلطان محمد فاتح، (لاہور: مکتبہ القریش، ۲۰۱۳ء)، ص ۶ تا ۷

۳۔ ایضاً، ص ۲۴۰

۴۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، جلد دوم، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۰۹ء)، ص ۱۸۷

۵۔ محمد عزیز، دولت عثمانیہ، (مرتبہ)، جلد اول، (اعظم گڑھ: معارف پریس، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۰۳

۶۔ ایضاً، ص ۹۷